اسلام

بیسویں صدی میں

اور

(مسائلِ حاضرہ پر جید علماء مولانا تقی امینی، مولانا مودودی)

کا سنگِ آخر

مؤلفہ و مرتبہ

محمد محی الدین لکھنوی بی۔اے۔ ایل ایل بی

(جملہ حقوقِ اشاعت محفوظ)

اترنے اور واسکوڈے گاما کے جزائر شرق الہند پر اترنے سے زیادہ مختلف نہیں۔ اگر یہ لوگ مجاہد فی سبیل اللہ مانے جا سکتے ہیں تو چاند اور مریخ پر اترنے والے بھی مجاہدین بن جائیں گے۔

انتظامی امور اور مملکتی نظام (Civil Administration) میں فوج کا داخل ہونا فوج کے لیے بھی اور ملک کے لئے ... بھی سخت تباہ کن ہے۔ فوج بیرونی دشمنوں سے ملک کی حفاظت کرنے کیلئے منظم کی جاتی ہے۔ ملک پر حکومت کرنے کے لئے منظم نہیں کی جاتی۔ اس کو تربیت دشمنوں سے لڑنے کی دی جاتی ہے۔ اس تربیت سے پیدا ہونے والے اوصاف ملک کے باشندوں سے معاملہ کرنے کے لیے موزوں نہیں ہوتے علاوہ بریں ملکی معاملات کو جو لوگ بھی چلائیں خواہ وہ سیاست کار (Politician) ہوں یا ملکی نسق کے منتظم Civil Administrator) ان کے کام کی نوعیت ہی ایسی ہوتی ہے کہ ملک میں بہت سے لوگ ان سے خوش بھی ہوتے ہیں اور ناراض بھی، فوج کا اس میدان میں اترنا لامحالہ فوج کو غیر ہر دلعزیز (Unpopular) بنانے کا موجب ہوگا۔ حالانکہ فوج کیلئے یہ نہایت ضروری ہے کہ سارے ملک کے باشندے اس کی پشت پر ہوں اور جنگ کے موقع پر ملک کا ہر فرد اس کی مدد کرنے کیلئے تیار ہو۔ موجودہ دور کے فوجی انقلابات نے ملکی نظام میں فوج کی شمولیت کو مفید ثابت نہیں کیا ہے بلکہ درحقیقت تجربے سے اس کے برے نتائج ثابت ہو گئے ہیں۔

○

Marfat.com

سوال نمبر ۱۲

کیا اس دور میں اسلامی حکومت خواتین کو مردوں کے برابر سیاسی و معاشرتی حقوق ادا نہ کرے گی۔ جبکہ اسلام کا دعویٰ ہے کہ اس نے سب سے تاریک ترین دور میں بھی عورت کو ایک مقام (status) عطا کیا؟

(ا) کیا آج خواتین کو مردوں کے برابر اپنے ورثہ کا حصہ لینے کا حق دیا جا سکتا ہے؟

(ب) کیا ان کو اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹی میں مخلوط تعلیم یا مردوں کے شانہ بشانہ کام کر کے ملک و قوم کی اقتصادی حالت بہتر بنانے کی اجازت نہ ہو گی؟

(ج) فرض کیجئے اگر اسلامی حکومت خواتین کو برابر کا حق رائے دہندگی دے اور وہ کثرت آراء سے وزارت و صدارت کے عہدوں کے لئے الیکشن لڑ کر کامیاب ہو جائیں تو موجودہ بیسویں صدی میں بھی کیا ان کو منصب اعلیٰ سنبھالنے کا حق اسلامی احکام کی رو سے نہیں مل سکتا جبکہ بہت سی مثالیں ایسی آج موجود ہیں مثلاً سیلون میں وزارت عظمیٰ ایک عورت کے پاس ہے۔ یا نیدرلینڈ میں ایک خاتون ہی حکمران اعلیٰ ہے۔ برطانیہ پر ملکہ کی شہنشاہیت ہے؟

(د) سفارتی حد تک جیسے عابدہ سلطانہ دختر نواب آف بھوپال رہ چکی ہیں اور اب بیگم رعنا لیاقت علی خان نیدرلینڈ میں سفیر ہیں یا دیگر جس طرح مسز وجے لکشمی پنڈت برطانیہ میں ہائی کمشنر ہیں اور اقوام متحدہ کی صدر رہ چکی ہیں اور بھی مثالیں جیسے نور جہاں۔ جھانسی کی رانی، رضیہ سلطانہ حضرت محل زوجہ واجد علی شاہ جو

Marfat.com

کہ Pride of Women کہلاتی ہیں جنہوں نے انگریزوں کے خلاف لکھنو میں جنگ کی کمانڈ کی وغیرہ اس طرح خواتین نے خود کو پورا اہل کر دیا ہے تو اگر آج محترمہ فاطمہ جناح صدارت کا عہدہ سنبھال لیں تو اسلامی اصول پاکستان کے اسلامی نظام میں اس کی اجازت نہ دیں گے ؟

(ر) کیا آج بھی خواتین کو ڈاکٹر۔ وکلا۔ مجسٹریٹ۔ جج ۔فوجی افسر یا پائیلٹ وغیرہ بننے کی مطلق اجازت نہ ہوگی ؟

(س) خواتین کا یہ بھی کارنامہ کہ وہ نرسوں کی حیثیت سے کس طرح مریضوں کی دیکھ بھال کرتی ہیں قابل ذکر ہے۔ خود اسلام کی پہلی جنگ میں خواتین نے مجاہدین کی مرہم پٹی کی، پانی پلایا اور حوصلے بلند کئے۔ تو کیا آج بھی اسلامی حکومت میں آدھی قوم کو مکانات کی چاردیواری میں مقید رکھا جائے گا؟

Marfat.com

ابنی صاحب

(۱۲) خواتین کا مسئلہ تقریباً ہر دور میں نازک رہا ہے اور جذبات کی ماری ہوئی دنیا نے اکثر اس کے ساتھ بے انصافی سے کام لیا ہے۔ ادھر مذہب کی بگڑی ہوئی شکلوں اور اساس کے نمائندوں نے بھی اس کے ساتھ کچھ اچھا سلوک نہیں کیا ہے۔

یہ زمانہ کی ستم ظریفی ہو یا عورت کی فطری کمزوری کا نتیجہ کہ تقریباً ہر دور میں خواتین کی قسمت کا فیصلہ مردوں ہی کے ہاتھ میں رہا ہے اور وہی اپنے خود غرضانہ اور نفس پرستانہ جذبات کے مطابق اس سے متعلق جملہ مسائل طے کرتے رہے ہیں۔ غالباً اسی کا ردعمل ہے کہ اب وہ آزاد ہو کر اپنا اصلی مقام بھی جھپٹنے پر آمادہ ہے اور تمام اخلاقی و صنفی حدود و قیود سے آزاد ہو کر نیا مقام تلاش کرنے میں سرگرداں ہے لیکن اس میں بھی اس کے رہنما مرد ہیں اور انہیں کی بے لگام عقل و ہوش کی موشگافیاں اور سرمستیاں ہیں۔

اصلی مقام کی تلاش میں ناکامی کے جو وجوہ و اسباب پہلے تھے وہی اب بھی موجود ہیں ایسی حالت میں کیونکر توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر قیام و بقاء کی جدوجہد میں اصلی کردار نما یاں کر سکے گی۔ بلکہ قوی اندیشہ ہے کہ اگر موجودہ صورت حال کو آزاد چھوڑ دیا گیا تو تشتی معکوس کے ذریعہ چھٹی صدی عیسوی کی مزدک ایرانی تحریک والی راہ نہ اختیار کر لی جائے جس میں مال، زمین اور زنانیوں کو مشترک قرار دیا گیا تھا۔ [1]

ہدایت الٰہی نے "خواتین" کو جو مقام عطا فرمایا ہے اور جو ذمہ داریاں ان کے سپرد کی ہیں اس میں ان کی فطری ساخت کا اعتبار کیا ہے نہ کہ مردوں کے خود غرضانہ جذبات

---

[1] الملل والنحل جلد اول صـ ۶۶

Marfat.com

کا یہ فطری نقشہ میں جو لکیریں مشترک تھیں ان میں دونوں کا یکساں لحاظ کیا ہے اور جو الگ الگ تھیں ان میں کچھ امتیاز سے کام لیا ہے اس بناء پر کچھ باتیں دونوں میں مشترک قرار پائیں اور کچھ دونوں کے لئے الگ الگ مخصوص ہیں مگر زندگی کی تکمیل کے لئے دونو کی یکساں ضرورت ہے اور دونوں ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔

ان دونوں کی انفرادیت و اشتراکیت کو ملحوظ رکھ کر موجودہ حالات و ضروریا کے ماتحت معاشرتی زندگی کا "آمیزہ" تیار کرنے کی ضرورت ہے اسی کے ذریعہ صالح معاشرہ کی تشکیل میں مدد مل سکتی ہے اسلامی تاریخ نے خواتین کی مذہبی علمی سیاسی عملی کارنامے محفوظ کر لئے ہیں موجودہ دور میں ان کو کس طرح عملی جامہ پہنایا جا سکتا ہے اور کس طرح قیام و بقاء کی جدوجہد میں ان کی خدمات سے فائدہ اٹھانیکی راہیں نکل سکتی ہیں؟ اس طرح اخلاق و معاش کا باہمی رابطہ جس قدر نازک ہے؟ اس کے پیش نظر معاشی میدان ان کے شرکت کی کونسی صورتیں مناسب ہو سکتی ہیں؟

ان سب امور پر غور و خوض کے لئے اہل فکر و نظر کی "مجلس" کی ضرورت ہے ایک شخص کی رائے حجت نہ بن سکیگی موجودہ دور "ردعمل" کا دور ہے لازمی طور گذشتہ تفریط کے مقابلہ افراط ہے۔ اس بناء پر اس دور کی ساری چیزیں نہ حجت بن سکتی ہیں اور نہ ہی وہ "متوارث" قرار پا سکتی ہیں اسی طرح ہر شعبہ زندگی میں کے نظر آنے سے نہ یہ استدلال درست ہو سکتا ہے۔ کہ بہر وجوہ وہ مردوں کے مسا ہیں۔ جبکہ دوسری طرف علم تشریح فزیالوجی سائکالوجی وغیرہ علوم و تحقیقات سے ثا ہو چکا ہے کہ فطری طور پر مرد و عورت میں کافی فرق موجود ہے۔ مخلوط تعلیم کے مضرات کا اعتراف اب مسجد و مدرسہ کی چہار دیواری تک محدود نہیں رہ گیا ہے بلکہ ہر سنجیدہ

Marfat.com

دقیانوس قسم کا مفکر معترف اور بیزار ہے۔

مودودی صاحب

اسلامی حکومت دنیا کے کسی معاملے میں بھی اسلامی اصولوں سے ہٹ کر کوئی کام کرنے کی نہ تو مجاز ہے اور نہ وہ اسکا ارادہ ہی کر سکتی ہے اگر فی الواقع اسکو چلانے والے ایسے لوگ ہوں جو اسلام کے اصولوں کو سچے دل سے مانتے ہوں اور اس پر عمل کرتے ہوں۔ عورتوں کے معاملے میں اسلام کا اصول یہ ہے کہ عورت اور مرد عزت و احترام کے لحاظ سے برابر ہیں۔ اخلاقی معیار کے لحاظ سے بھی برابر ہیں لیکن دونوں کا دائرہ عمل ایک نہیں ہے۔ سیاست اور ملکی انتظام اور فوجی خدمات اور اسی طرح کے دوسرے کام مرد کے دائرہ عمل سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس دائرے میں عورت کو گھسیٹ لانے کے دو ہی نتیجے ہو سکتے ہیں یا تو یہ کہ ہماری خاندانی زندگی برباد ہو جائے جس کی بیشتر ذمہ داریاں عورتوں سے تعلق رکھتی ہیں یا پھر عورتوں پر دوہرا بار ڈالا جائیگا وہ اپنے فطری دائرے کا کام بھی انجام دیں جس میں مرد قطعاً شریک نہیں ہو سکتا اور پھر مرد کے دائرے کا بھی کچھ نہ کچھ حصہ اپنے اوپر لے لیں عملاً یہ دوسری صورت ممکن نہیں ہے۔ لازماً پہلی صورت ہی رونما ہوتی ہے۔ تاریخ بتاتا ہے کہ وہ رونما ہو چکی ہے آنکھیں بند کر کے دوسروں کی ہمنوائی کی نقل اتارنا علامت ہے

اسلام میں اسکے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے کہ وراثت میں عورت کا حصہ مرد کے برابر ہو۔ اس باب میں قرآن کا صریح حکم مانع ہے نیز یہ انصاف کے بھی خلاف ہے کہ عورت کا حصہ مرد کے برابر ہو کیونکہ اسلامی احکام کی رو سے خاندان کی پرورش کا سارا مالی بار مرد پر ڈالا گیا ہے بیوی کا مہر و نفقہ بھی اس پر واجب ہے اسکے مقابلہ میں عورت پر کوئی مالی بار نہیں ڈالا گیا ہے۔ اس صورت میں عورت کو مرد کے برابر حصہ کیسے دلایا جا سکتا ہے۔

اسلام اصولاً مخلوط سوسائٹی کا مخالف ہے اور کوئی ایسا نظام جو خاندان کو اہمیت دیتا ہو

Marfat.com

اسکو پسند نہیں کرتا کہ عورتوں اور مردوں کی مخلوط سوسائٹی ہو مغربی ممالک میں اسکے بدترین نتائج ظاہر ہو چکے ہیں۔ اگر ہمارے ملک کے لوگ ان نتائج کو بھگتنے کیلئے تیار ہوں تو شوق سے بھگتتے رہیں۔ لیکن آخر یہ کیا ضروری ہے کہ اسلام میں ان افعال کی گنجائش زبردستی نکالی جائے جن سے وہ شدت کے ساتھ روکتا ہے۔

اسلام میں اگر جنگ کے موقع پر عورتوں سے مرہم پٹی وغیرہ کا کام لیا گیا ہے تو اسکے معنی یہ نہیں ہیں کہ اس کی اجازت میں عورتوں کے دفتروں اور کارخانوں اور کلبوں اور پارلیمنٹوں میں لاکھ ہا کیا جائے مرد کے مقابلہ میں اگر عورتیں کبھی مردوں کے مقابلے میں کامیاب نہیں ہو سکتیں اسلئے کہ وہ ان کاموں کیلئے پیدا نہیں کی گئی ہیں۔ ان کاموں کیلئے جن اخلاق اور جن صفات کی ضرورت ہے وہ دراصل مرد میں پیدا کئے گئے ہیں۔ عورت مصنوعی طریقہ سے دین کر کچھ ان اوصاف کو اپنے اندر ایجاد نہیں کر سکتی۔ اگر کوشش کرے بھی تو اس کا دوسرا نقصان خود اس کی اپنی ہستی اور معاشرہ کو بھی ہوتا ہے۔ اس کا نقصان یہ ہے کہ وہ نہ پوری عورت رہتی ہے نہ پوری مرد بن سکتی ہے۔ اور اپنے جس کام کے لئے وہ فطرتاً پیدا کی گئی ہے ناکام رہ جاتی ہے۔ معاشرہ اور ریاست کا نقصان یہ ہے کہ وہ اہل کارکنوں کے بجائے نااہل کارکنوں سے کام لیتا ہے اور عورت کی آدھی زندگی اور آدھی مرد کی خصوصیات سیاست اور معیشت کو خراب کر کے رکھ دیتی ہیں۔ اس سلسلہ میں گنتی کی چند مستثنیٰ معروف خواتین کے نام گنانے سے کیا فائدہ۔ دیکھنا تو یہ ہے کہ جہاں لاکھوں کارکنوں کی ضرورت ہو کیا وہاں تمام خواتین موزوں رہ سکیں گی؟ ابھی حال ہی میں مصر کے سرکاری محکموں اور تجارتی اداروں نے یہ شکایت کی ہے کہ وہاں بحیثیت مجموعی ایک لاکھ دس ہزار خواتین جو مختلف مناصب پر کام کر رہی ہیں۔ بالعموم ناموزوں ثابت ہو رہی ہیں اور ان کی کارکردگی مردوں کی نسبت ۵۵ فیصدی سے زیادہ نہیں۔ پھر مصر کے تجارتی اداروں نے یہ عام شکایت

کی ہے کہ عورتوں کے پاس پہنچ کر کوئی راز، راز نہیں رہتا۔ مغربی ممالک میں جاسوسی کے جتنے واقعات پیش آتے ہیں ان میں بھی عموماً کسی نہ کسی طرح عورت کا دخل ہوتا ہے۔

عورتوں کی تعلیم سے اسلام ہرگز نہیں روکتا۔ اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم ان کو دلوائی جانی چاہیئے لیکن چند شرطوں کے ساتھ اول یہ کہ ان کو وہ تعلیم خاص طور پر دی جائے جس سے وہ اپنے دائرہ عمل میں کام کرنے کے لئے ٹھیک ٹھیک تیار ہو سکیں اور ان کی تعلیم بعینہٖ وہ نہ ہو جو مردوں کی ہو۔ دوسرے یہ کہ تعلیم مخلوط نہ ہو اور عورتوں کو زنانہ تعلیم گاہوں ہی میں عورتوں ہی سے تعلیم دلوائی جائے۔ مخلوط تعلیم کے مہلک نتائج مغربی یافتہ ممالک میں اس حد تک سامنے آچکے ہیں کہ انسانیت تک کے لئے بدنما داغ ہیں۔ مثلاً صرف امریکہ میں ہر سال تک کی لڑکیاں یا لڑکے مخلوط تعلیم کی وجہ سے ہر سال اوسطاً ایک ہزار ناجائز گواہی یہ تو ہمارے ہاں نہیں ہوئی لیکن اس مخلوط تعلیم کے نتائج پیدا ہونے شروع ہو گئے ہیں۔ تیسرے یہ کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ عورتوں سے ایسے اداروں میں کام لیا جائے جو صرف عورتوں کے لئے ہی مخصوص ہوں مثلاً زنانہ ہسپتال اور زنانہ تعلیم گاہیں وغیرہ۔

Marfat.com

سوال نمبر ۱۳

کیا اسلامی حکومت خواتین کی بڑھتی ہوئی آزادی کو سختی سے روکے گی جیسے کہ ان کی زیبائش اور نیم عریاں لباس زیب تن کرنے اور فیشن کا رجحان اور جیسے آج کل نوجوان لڑکیاں نہایت تنگ و دلفریب سینٹ سے معطر لباس اور غازہ و سرخی سے مزین اپنے ہر خدوخال و نشیب و فراز کی نمائش برسرعام کرتی ہیں اور آجکل نوجوان لڑکے بھی ہالی وڈ فلموں سے متاثر ہو کر ٹیڈی بوائز بن رہے ہیں تو کیا حکومت قانون (Legislation) کے ذریعے ہر مسلم و غیر مسلم لڑکے و لڑکی کے آزادانہ رجحان کو روکے گی؟ خلاف ورزی پر سزا دیگی؟ والدین و سرپرستوں کو جرمانہ کیا جا سکیگا تو اس طرح کیا انکی شہری آزادی پر ضرب نہ لگے گی؟

(ب) کیا حکومت گرلز گائیڈ، بوائے (APWA) یا ینگ وائی۔ ایم۔ سی۔ اے (Y.M.C.A) اور وائی ڈبلیو۔ سی۔ اے (Y.W.C.A) جیسے ادارے اسلامی نظام میں گوارا کئے جا سکتے ہیں؟

(ب) کیا خواتین خواہ اسلامی عدلیہ سے ہی سہی خود طلاق لینے کی مجاز ہو سکیں گے اور مردوں پر ایک سے زیادہ شادی کی پابندی آج جائز ہو گی؟

(ج) خواہ اسلامی عدالت کے روبرو ہی ان کو اپنی پسند سے (Civil Marriage) کرنے کا حق حاصل ہو سکتا ہے؟ ——— (د) کیا خواتین کو یوتھ فیسٹیول کھیلوں نمائش، ڈراموں، ناچ، فلموں یا مقابلہ حسن میں شرکت یا Air Hostess وغیرہ بننے کی آج بھی اسلامی حکومت مخالفت کرے گی؟

(ر) ساتھ ہی قومی کردار تباہ کرنے والے ادارے مثلاً سینما، فلمیں، ٹیلی ویژن۔ ریڈیو پر فحش گانے عریاں رسائل و لٹریچر موسیقی، ناچ و رنگ کی ثقافتی محفلیں وغیرہ کو بند کر دیا جائے گا یا فائر اٹھانا ممکن ہو گا؟

Marfat.com

امینی صاحب

۱۴۔ ایسی ہر قسم کی آزادی و پابندی ناقابل برداشت ہوگی جسمیں خواتین معاشرہ پر بد نہیں یا بے قابو ہو کر اخلاق و شرافت کے گرانقدر اصول پامال کریں۔

موجودہ دور کے نئے نئے فیشن حسن اور خدوخال کی نمائش وغیرہ جو جذبات کو برانگیختہ کرنے والے ہیں اور وہ تحریک و تنظیم جو ان چیزوں کو تقویت پہنچانیوالی اور فراغ دینے والی ہر صالح معاشرہ ان کو کیسے برداشت کر سکتا ہے؟ اسلامی حکومت بتدریج مختلف تدبیروں کے ذریعہ اُن کو ختم کریگی اور اس سے اسلامی شہری آزادی میں فرق نہ آئے گا۔

معقول وجوہ کی بنا پر خواتین عدالت سے طلاق حاصل کر سکتی ہیں۔

مودودی صاحب

اسلام معاشرہ کی اصلاح و تربیت کا سارا کام محض قانون کے ڈنڈے سے نہیں لیتا تعلیم نشر و اشاعت اور رائے عام کا دباؤ اسکے ذرائع اصلاح میں خاص اہمیت رکھتے ہیں ان تمام ذرائع کے استعمال کے بعد اگر کوئی خرابی باقی رہ جائے تو وہ قانونی وسائل اور انتظامی تدابیر استعمال کرنے میں بھی تامل نہ کریگا عورتوں کی عریانی اور بے حیائی فی الواقع ایک بہت بڑی بیماری ہے جسے کوئی سچی اسلامی حکومت برداشت نہیں کر سکتی۔ یہ بیماری اگر دوسری تدابیر اصلاح سے درست نہ ہو یا اس کا وجود باقی رہ جائے تو یقیناً اسکو از روئے قانون روکنا پڑیگا۔ اسکا نام اگر شہری آزادی ہے تو چوراہوں کو پکڑنا اور جیب کتروں کو سزائیں دینا بھی شہری آزادی پر ضرب لگانے کے مترادف ہے۔ اجتماعی زندگی لازماً افراد پر کچھ پابندیاں عائد کرتی ہے افراد کو اس لیئے آزاد نہیں چھوڑا جا سکتا کہ وہ اپنے ذاتی رجحانات اور دوسروں سے سیکھی ہوئی برائیوں سے اپنے معاشرہ کو برباد کریں۔

Marfat.com

گرلز گائیڈ (Girl Guides) کے لئے اسلام میں کوئی جگہ نہیں۔ اپوا APWA قائم رہ سکتی ہے بشرطیکہ وہ اپنے دائرہ عمل میں رہ کر کام کرے اور قرآن کا نام لے کر قرآن کے خلاف طریقے استعمال کرنا چھوڑ دے۔ YWCA عیسائی عورتوں کیلئے رہ سکتا ہے مگر کسی مسلمان عورت کو اسمیں گھسنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ مسلمان عورتیں چاہیں تو (YWMA) بنا سکتی ہیں بشرطیکہ وہ اسلامی حدود میں رہیں۔

مسلمان عورت اسلامی عدلیہ کے ذریعہ سے خلع حاصل کر سکتی ہے۔ فسخ نکاح (Nullification) اور تفریق (Judicial Separation) کی ڈگری بھی عدالت سے حاصل کر سکتی ہے بشرطیکہ وہ شریعت کے مقرر کردہ قوانین کے مطابق ان میں سے کوئی ڈگری حاصل کرنے کی مجاز ہو۔ لیکن طلاق (Divorce) کے اختیارات قرآن نے صریح الفاظ میں صرف مرد کو دیئے ہیں اور کوئی قانون مرد سے اس اختیار سے محروم نہیں کر سکتا۔ یہ اور بات ہے کہ قرآن کے خلاف قوانین بنائے جانے لگیں۔ پوری اسلامی تاریخ عہد رسالت سے لیکر اس صدی تک اس تصور سے نا آشنا ہے کہ طلاق دینے کا اختیار مرد سے سلب کر لیا جائے اور کوئی عدالت یا پنچایت اس میں دخل دے۔ یہ تخیل سیدھا یورپ سے چل کر ہمارے ہاں درآمد ہوا ہے اور اس کے درآمد کرنیوالوں نے کبھی آنکھیں کھول کر یہ نہیں دیکھا ہے کہ یورپ میں اس قانون طلاق کا پس منظر (Back ground) کیا ہے اور وہاں اس کے کتنے برے نتائج رونما ہوئے ہیں ہمارے ہاں جب گھروں کے سکینڈل نکال کر بازاروں میں پہنچیں گے تو لوگوں کو پتہ چلے گا۔ کہ خدا کے قوانین کی نافرمانی کے کیا نتائج ہوتے ہیں۔

مردوں پر ایک سے زیادہ شادی کے معاملہ میں از روئے قانون پابندی عائد کرنیکا یا اس میں رکاوٹ ڈالنے کا تخیل بھی ایک بیرونی مال ہے جسے قرآن کے حیلی پرمٹ پر درآمد کیا گیا ہے۔ یہ اسی سوسائٹی میں سے آیا ہے جس میں ایک ہی عورت اگر منکوحہ بیوی کیساتھ داشتہ کے طور پر رکھی جائے

Marfat.com

تو نہ صرف یہ کہ وہ قابل برداشت ہے بلکہ اسکے حرامی بچوں کے حقوق محفوظ کرنیکی بھی فکر کی جاتی ہے (فرانس کی مثال ہمارے سامنے ہے) لیکن اگر اسی عورت سے نکاح کرلیا جائے تو یہ جرم ہے۔ گویا ساری پابندیاں حلال کیلئے ہیں حرام کیلئے نہیں ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص قرآن مجید کی ابجد سے بھی واقف ہو تو کیا وہ یہ اقدار (Values) اختیار کرسکتا ہے؟ کیا اس کے نزدیک زنا قانوناً جائز اور نکاح قانوناً حرام ہونے کا عجیب و غریب فلسفہ برحق ہوسکتا ہے؟ اس طرح کے قوانین بنانے کا حاصل اسکے سوا کچھ نہ ہوگا کہ مسلمانوں میں زنا کا رواج بڑھے گا۔ گرلز فرینڈز اور داشتائیں (Mistresses) فروغ پائیں گی اور دوسری بیوی ناپید ہوجائیگی۔ یہ ایک ایسی سوسائٹی ہوگی جو اپنے خدوخال میں اسلام کی اصل سوسائٹی سے بہت دور اور مغربی سوسائٹی سے بہت قریب ہوگی۔ اس صورت حال کے تصور سے جس کا جی چاہے مطمئن ہو۔ مسلمان کبھی مطمئن نہیں ہوسکتا۔

سوال میرج کا سوال ظاہر ہے کہ مسلمان عورت کیساتھ تو پیدا نہیں ہوتا۔ یہ سوال اگر پیدا ہوتا ہے یا تو مشرک عورت سے شادی کرنیکے معاملہ میں یا کسی ایسی عیسائی یا یہودی عورت سے شادی کے معاملہ میں جو اسلامی قانون کے تحت کسی مسلمان سے نکاح کرنے کیلئے تیار نہ ہو اور مسلمان مرد اسکے عشق میں مبتلا ہو کر اس اقرار کے ساتھ شادی کرے کہ وہ کسی مذہب کا پابند نہ ہوگا۔ یہ کام اگر کسی کو کرنا ہی ہو تو اسے اسلام سے فتویٰ لینے کی کیا ضرورت ہے؟ اور اسلام کیوں اپنے ایک پیرو کو اس کی اجازت دے؟ اور ایک اسلامی عدالت کا کام کب ہے کہ مسلمانوں کی اس طریقہ پر شادیاں کروائے؟

اگر ایک اسلامی حکومت بھی یوتھ فیسٹیول (Youth Festival) اور کھیلوں کی نمائشوں اور ڈراموں اور رقص و سرود اور مقابلہ حسن میں مسلمان عورتوں کو لائے یا ایئر ہوسٹس (Air Hostess) بنا کر مسافروں کے دل موہنے کی کوشش کرے تو

Marfat.com

ہمیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اسلامی حکومت کی ضرورت کیا ہے؟ یہ سب کام کفار اور کفار کی حکومت میں بآسانی ہو سکتے ہیں بلکہ زیادہ آزادی کے ساتھ ہوتے ہیں۔

سینما، فلم، ٹیلی ویژن اور ریڈیو وغیرہ تو خدا کی پیدا کردہ طاقتیں ہیں جن میں بجائے خود خرابی نہیں خرابی اُنکے اُس استعمال میں ہے جو انسانی اخلاق کو تباہ کرنے والا ہے۔ اسلامی حکومت کا کام ہی یہ ہے کہ وہ ان ذرائع کو انسانیت کی فلاح کے لئے استعمال کرے اور اخلاقی فساد کیلئے استعمال ہونے کا دروازہ بند کر دے۔

❁

سوال ۱۴

دنیا کی بڑھتی ہوئی آبادی کے لئے آج اسلام کیا حل پیش کرتا ہے؟
(۱) برتھ کنٹرول (پیدائش روکنے) کے لئے دواؤں کا استعمال فیملی پلاننگ وغیرہ کو کیا آج بھی غیر شرعی قرار دے کر ممنوع قرار دیا جائے گا؟

❁

امینی صاحب

۱۴۔ "ضبط تولید" کا مسئلہ بھی اہم ہے لیکن یہ غور و فکر کا مستحق اسوقت ہوگا جبکہ ذرائع پیداوار کی تنظیم اور پیداوار کی تقسیم کا صحیح بندوبست ہو۔ جن ممالک نے تنظیم و تقسیم پر قابو پالیا ہے ان کے یہاں یہ سوال اس نوعیت سے نہیں پیدا ہوا ہے۔

دراصل عیش پرستانہ ذہنیت نے اس مسئلہ کو اٹھایا ہے اور حکومت کی نااہلی اسکی پشت پناہی کر رہی ہے ایسی حالت میں یکطرفہ نظر سے اس پر غور کرنا کیسے صحیح نتائج کا حامل بن سکتا ہے؟ تعالی اللہ بات ہے ورنہ ہمہ جہتی نگاہ کے بغیر اس راہ میں قدم اٹھانا مزید خطرات کا باعث بھی بن سکتا ہے۔

Marfat.com

مودودی صاحب

دنیا کی بڑھتی ہوئی آبادی کے لئے اسلام صرف ایک ہی حل پیش کرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ خدا نے اپنے رزق کے جو ذرائع پیدا کئے ہیں ان کو زیادہ سے زیادہ بڑھانے اور استعمال کرنے کی کوشش کی جائے اور جو ذرائع اب تک مخفی ہیں ان کو دریافت کرنے کی پیہم سعی کی جاتی رہے۔ آبادی روکنے کی ہر کوشش خواہ وہ قتل اولاد ہو یا اسقاط حمل یا منع حمل، غلط ہے اور بے حد تباہ کن۔ ضبط ولادت کی تحریک کے چار نتائج ایسے ہیں جن کو رونما ہونے سے کسی طرح نہیں روکا جا سکتا۔ (۱) زنا کی کثرت (۲) انسان کے اندر خود غرضی اور اپنا معیار زندگی بڑھانے کی خواہش کا اس حد تک ترقی کر جانا کہ اسے اپنے بوڑھے ماں باپ اور اپنے یتیم بھائیوں اور اپنے دوسرے محتاج امداد رشتہ داروں کا وجود بھی ناگوار گزرنے لگے۔ کیونکہ جو آدمی اپنی روٹی میں خود اپنی اولاد کو شریک کرنے کے لئے تیار نہ ہو وہ دوسروں کو بھلا کیسے شریک کر سکے گا۔ (۳) آبادی کے اضافے کا کم سے کم مطلوبہ معیار بھی جو ایک قوم کو زندہ رہنے کے لئے ناگزیر ہے برقرار نہ رہنا۔ اس لئے کہ جب یہ فیصلہ کرنے والے افراد ہوں گے کہ وہ کتنے بچے پیدا کریں اور کتنے نہ کریں اور اس فیصلہ کا مدار اس بات پر ہوگا کہ وہ اپنے معیار زندگی کو نئے بچوں کی آمد کی وجہ سے گرنے نہ دیں تو بالآخر وہ اتنے بچے بھی پیدا کرنے کے لئے تیار نہ ہوں گے جتنے ایک قوم کو اپنی قومی آبادی برقرار رکھنے کے لئے درکار ہوتی ہے۔ اس طرح کے حالات میں کبھی کبھی نوبت یہ بھی آجاتی ہے کہ شرح پیدائش شرح اموات سے کمتر ہو جاتی ہے چنانچہ یہ نتیجہ فرانس دیکھ چکا ہے حتیٰ کہ اس کو "بچے زیادہ پیدا کرو!" کی تحریک چلانی پڑی اور انعامات کے ذریعہ سے اس کی ہمت افزائی کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ (۴) قومی

Marfat.com

دفاع کا کمزور ہو جانا۔ یہ نتیجہ خصوصی طور پر کسی ایسی قوم کے لئے بے حد خطرناک ہے جو اپنے سے تیرہ گنی زیادہ دشمن آبادی میں گھرا ہوا ہو۔ پاکستان کے تعلقات ہندوستان و افغانستان کے ساتھ جیسے کچھ ہیں سب کو معلوم ہے۔ اور امریکہ کی دوستی نے کمیونسٹ ممالک سے بھی اسکے تعلقات خراب کر دیئے ہیں بحیثیت مجموعی ہندوستان، چین، روس اور افغانستان کی آبادی ہم سے تیرہ گنی ہے ان حالات میں لڑنے کے قابل افراد کی تعداد گھٹانا جیسی کچھ عقلمندی ہے اسے ایک صاحب عقل آدمی خود سوچ سکتا ہے۔

٭

سوال ۱۵

کیا ایک مسلمان زندگی میں اپنی آنکھیں عطیہ کر سکتا ہے کہ اس کی موت کے بعد کسی اندھے یا مریض کے استعمال ہو سکیں؟

(ا) اس طرح بنی نوع انسان کی خدمت کے لئے انسانی اعضاء کی قربانی روزِ قیامت سزا کی مستحق تو نہ ہوگی؟

(ب) موت کے بعد ایک مسلمان کی لاش کا پوسٹ مارٹم یا ریسرچ کے لئے چیر پھاڑ مذہبی نقطۂ نگاہ سے کیا اہمیت رکھتی ہے؟

٭

مؤلف

مودودی صاحب

آنکھوں کے عطیہ کا معاملہ صرف آنکھوں تک ہی نہیں رہتا۔ بہت سے دوسرے اعضاء بھی مریضوں کے کام آسکتے اور ان کے دوسرے مفید استعمال بھی کر سکتے ہیں۔ یہ دروازہ اگر کھولا جائے تو مسلمانوں کا قبروں میں دفن ہونا مشکل ہو جائے گا۔ اس کا سارا جسم ہی چندے میں تقسیم ہونا شروع ہو جائے گا۔ اسلامی نظریہ یہ ہے کہ کوئی آدمی اپنے جسم کا مالک نہیں ہے۔ اس کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ مرنے سے قبل اپنے جسم کو تقسیم کرنے یا چندہ دینے کی وصیت کرے۔ جسم اس وقت تک اس کے تصرف میں جب تک وہ جسم میں خود رہتا ہے۔ اس کے نکل جانے کے بعد اس جسم پر اس کا کوئی حق نہیں ہے کہ اس کے معاملے میں اس کی وصیت نافذ ہو۔ اسلامی احکام کی رو سے اس کا جسم احترام کے ساتھ دفن کر دینا چاہیئے۔

اسلام نے انسانی لاش کی حرمت کا جو حکم دیا ہے وہ دراصل انسانی جان کی حرمت کا ایک لازمہ ہے۔ ایک دفعہ اگر انسانی لاش کا احترام ختم ہو جائے تو بات صرف اس حد تک محدود نہ رہے گی کہ مردہ انسان کے بعض کار آمد اجزاء زندہ انسانوں کے علاج میں استعمال کئے جانے لگیں گے، بلکہ رفتہ رفتہ انسانی جسم کی چربی سے بھی صابن بھی بننے لگیں گے۔ (جیسے کہ فی الواقع جنگ عظیم نمبر ۲ کے زمانے میں جرمنوں نے بنائے تھے) انسانی کھال بھی اتار کر اس کو دباغت دینے کی کوشش کی جائے گی تاکہ اس کے جوتے یا سوٹ کیس یا منی پرس بنائے جا سکیں (چنانچہ یہ تجربہ بھی چند سال قبل مدراس کی ایک ٹینری کر چکی ہے) انسان کی ہڈیوں اور آنتوں اور دوسری چیزوں کو استعمال کرنے کی بھی فکر کی جائے گی، حتیٰ کہ اس کے بعد ایک مرتبہ انسان پھر اس دور وحشت کی طرف پلٹ جائے گا۔ جب آدمی آدمی کا گوشت کھاتا تھا۔ میں نہیں سمجھتا کہ اگر ایک دفعہ مردہ انسان کے

Marfat.com

اعضاء نکال کر علاج میں استعمال کرنا جائز قرار دے دیا جائے تو پھر کس کی حد بندی کر کے آپ اسی جسم کے دوسرے "مفید" استعمالات کو روک سکیں گے اور کس منطق سے اس بندش کو معقول ثابت کریں گے۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغ

ہمارے ذمہ تو صرف پہنچانا ہے !!

قائدِ اعظمؒ محمد علی جناح خالق پاکستان

"اسلامی اصول ہمیشہ کیلئے ہیں یہ اصول آج بھی زندگی کے ہر شعبے میں اسطرح قابلِ عمل ہیں جس طرح تیرہ سو برس پہلے تھے"

"اسلام صرف رسوم و روایات اور روحانی تعلیمات کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ مسلمان کیلئے ایک ایسا ضابطہ ہے جو اسکی زندگی اور اسکے کردار کو منضبط کرتا ہے اور یہ سیاسیات معاشیات و دیگر مسائل شعبہ ہائے حیات تک محیط ہے"

جنوری ۱۹۴۸ء

فیلڈ مارشل محمد ایوب خان صدر پاکستان

"یہ ایسے اصول ہیں جو اتحاد، تنظیم، خدا ترسی، شرافت، خوش اخلاقی) جو ہر زمانے اور ہر زمین پر ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ اسلام کے اپنے اصول ہیں۔ اگر ہم خلوصِ دل و دیانتداری سے ان اصولوں پر پابند ہو جائیں تو پاکستان ہمارے لئے نہیں بلکہ عالمِ اسلام یا شاید سارے دنیا کیلئے امن و سلامتی کا ضامن بن سکتا ہے"

خیر شد

Marfat.com

اسلام

بیسویں صدی میں

اور

(مسائلِ حاضرہ پر جید علماء مولانا تقی امینی، مولانا مودودی)

کا سرحرفِ آخر

مؤلفہ و مرتبہ

محمد محی الدین لکھنوی بی۔اے۔ ایل ایل بی

(جملہ حقوقِ اشاعت محفوظ)